ندا فاضلی

# دیواروں کے بیچ

اسکول کے راستے میں ایک مندر ہے۔ شیوجی کا مندر۔ سنگِ مرمر کی مورتی، بڑی بڑی آنکھیں، گردن میں سانپ، اس مندر میں لمبی سفید ڈاڑھی کا ایک پُجاری ہے۔ گورا رنگ، ماتھے پر کیسر کا تلک، اپنے دھیان میں محو وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے وقفے سے گردن اُٹھا کر گھنٹی بجاتا ہے اور ''ہَر ہَر مہا دیو'' کی جے کار کرتا ہے۔اس کی آواز سے سویرے کے سنّاٹوں میں ارتعاش سا ہو تا ہے۔ اسکول جاتے ہوئے لڑکے انھیں دیکھتے ہی ہاتھ جوڑ کر ''ہر ہر مہا دیو'' بولتے ہیں۔ لیکن پُجاری کی آواز میں یہ لفظ معنی نہ سمجھتے ہوئے بھی اچّھے لگتے ہیں۔ ایک بار ندا مندر کی چوکھٹ پر پڑا گلاب کا پھول پجاری کی نظر بچا کر اُٹھا لیتا ہے۔ اس کے پھول اُٹھاتے ہی گھنٹی بجتی ہے اور ساتھ میں ''ہر ہر مہا دیو'' ... وہ سہم جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ سے پھول گر جاتا ہے۔

پجاری یہ دیکھ کر مورتی کے پاس سے اُٹھتا ہے اور گِرے ہوئے پھول کو اُٹھا کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیتا ہے۔ وہ کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے: ''ڈرو نہیں۔ یہ بھی بھگوان کا پھول ہے، تم بھی بھگوان کے پھول ہو۔ ... لے جاؤ!''

اس دن سے وہ جب بھی ندا کو مندر کے سامنے سے گزرتا دیکھتا ہے، آواز دے کر بلاتا ہے اور ایک تازہ گلاب کا پھول مورتی سے اُٹھا کر ہاتھ میں رکھ دیتا ہے۔ دھیرے دھیرے جھجھک ختم ہوتی ہے، دونوں آپس میں باتیں‌بھی کرنے لگتے ہیں۔ ستّر پچھتّر سال کے پجاری اور چھ سات سال کے لڑکے کا یہ رشتہ عجب ہے جو چوری کے ایک پھول سے شروع ہوتا ہے اور پوجا کے کئی پھولوں تک پھیل جاتا ہے۔ مہکتا ہوا بے نام رشتہ۔ نہ پجاری لڑکے کے نام سے واقف ہے، نہ لڑکا اس کے بارے میں کچھ جانتا ہے۔ دونوں کے درمیان صرف سرخ گلابی پھول ہیں۔ ان میں‌ہر پھول کا نام گلاب ہے۔ ہر ایک کا دھرم خوشبو ہے۔

بیماری کی وجہ سے ندا چار پانچ دن اسکول نہیں جاتا۔ ایک دن پجاری خود ہی

کسی سے پتہ پوچھتا ہوا گھر تک آجاتا ہے۔ وہ دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں کئی تازہ گلاب کے پھول ہوتے ہیں۔ ماں اسے پھول بیچنے والا سمجھتے ہوئے پلّو سے پیسے کھولتی ہے اور پھولوں کی قیمت پوچھتی ہے۔ وہ جواب میں مسکراتے ہوئے ''ہر ہر مہادیو'' کہتا ہے۔ ماں حیرت سے اسے دیکھتی ہے۔ اس کی آواز سنتے ہی ندا بستر سے اُٹھ کر باہر آجاتا ہے۔ پجاری آگے بڑھ کر سر پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہتا ہے، ''بابا، تم کئی دن سے نہیں آئے۔ میں خود ہے تمھارا پتہ لگا کر تمھارے پھول تمھیں دینے چلا آیا۔ چار دن کے چار پھول!''

ماں یہ دیکھ کر حیرت میں ہے۔ جب ندا انھیں پوری بات بتاتا ہے تو وہ ان پھولوں کو ایک پانی بھرے کٹورے میں ڈال کر ندا کے سرہانے رکھ دیتی ہیں، اور جب ندا اچّھا ہوجاتا ہے تو مُرجھائے ہوئے ان پھولوں کو کوڑے میں پھینکنے کے بجائے اسی کنویں میں ڈلوا دیتی ہیں جس میں پرانے تعویز یا عربی لکھے کاغذوں کو ٹھنڈا کرتی ہیں۔

مرتضیٰ حسن کے دوستوں میں ڈاکٹر کولیکر اور پروفیسر رام نارائن گھر کے افراد جیسے ہیں۔ کولیکر کسی سرکاری اسپتال میں سرجن ہیں اور رام نارائن ایک مقامی کالج میں انگریزی کے استاد ہیں۔ بچّوں کی تعلیم کے سلسلے میں رام نارائن جی سے رائے لی جاتی ہے، اور بیماری میں ہر دفعہ ڈاکٹر کولیکر کو بلایا جاتا ہے۔

رام نارائن اور مرتضیٰ حسن میں بہت بے تکلّفی ہے۔ وہ جب بھی آتے ہیں تو اپنی آمد کی اطّلاع دروازے پر دستک یا کنڈی بجانے کے بجائے بھاری آواز میں دو چار گالیوں سے دیتے ہیں۔ یہ ساری گالیاں مرتضیٰ حسن کے لیے ہوتی ہیں۔

بار بار دُہرائے جانے سے ان گالیوں کا گالی پن ختم ہو چکا ہے۔ حرامی، ذلیل، آوارہ، بدمعاش جیسے غیر تہذیبی لفظ با تہذیب ہو کر دوستی کی پہچان بن چکے ہیں۔ انھیں سن کر مرتضیٰ حسن کی مسکراہٹ میں لڑکپن جھانکنے لگتا ہے۔ اور جمیل فاطمہ انھیں سنتے ہی چائے کے ساتھ ان کی پسند کے پالک کے بھجیے تلنے بیٹھ جاتی ہیں۔ لیکن ایک بار جب وہ یہی الفاظ ندا کے منہ سے سنتی ہیں تو لکڑی اُٹھا کر دُھنّا شروع کر دیتی ہیں۔ اس جرم کی سزا میں وہ رات ندا کو خالی پیٹ ہی سونی پڑتی ہے۔

ان گالیوں کو شائستہ بنانے کے لیے رام نارائن جی کو کافی وقت لگتا ہے۔ تیس پینتیس برس سے بھی زیادہ، اور ندا انھیں سنتے ہی دُہرانے لگتا ہے۔ اسی لیے اس کے منہ میں آ کر یہ پھر سے فحش بن جاتی ہیں۔ ... بات دراصل یہ ہے کہ کوئی لفظ اپنے اندر اچّھا یا بُرا نہیں

ہوتا۔ اس کو بولنے والے ہی اسے اچّھا یا بُرا بنا دیتے ہیں۔ لفظ اور شخصیت کی یہ سوجھ بوجھ بہت دنوں میں آتی ہے۔

ہجڑوں کے گرو حاجی صاحب کے انتقال کو ایک سال ہوچکا ہے۔ ان کی قبر پیلی حویلی کے اندر ہی ہے۔ ان کی پہلی برسی پر ملک بھر سے سینکڑوں ہجڑے اس تقریب میں شریک ہونے کو آتے ہیں۔ دو دن ناچ گانے کی محفلیں جڑتی ہیں، بعد میں چادر چڑھانے کی رسم ہوتی ہے۔ باجے تاشے کے ساتھ چادر کو ایک بڑے تھال میں رکھ کر کئی سڑکوں کا گشت کیا جاتا ہے۔ اس گشت میں سارے مقامی اور بیرونی ہجڑے شریک ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ دکانوں کے سامنے ٹھہرتا ہوا یہ جلوس بڑی مسجد کے سامنے رُکتا ہے۔ زمین پر تھال رکھ کر ایک بزرگ ہیجڑا منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتا ہے۔

چادر حویلی کے اندر لے جائی جاتی ہے۔ حویلی میں ہجڑوں کے علاوہ کسی اور کو داخلے کی اجازت نہیں ہے۔ چادر چڑھانے کے بعد باہر مٹھائی کا تھال مسجد میں بھی بھیجا جاتا ہے۔

روایت کے مطابق چادر کی رسم کے بعد برادری کے رجسٹر میں نئے نام درج کیے جاتے ہیں۔ نیپال سے آئے ہوئے ایک زنخے کو برادری میں شامل کرنے سے پہلے کلمہ پڑھانے کے لیے مسجد لے جایا جاتا ہے۔ رسم کے مطابق برادری میں شامل ہونے کے لیے ہجڑے کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ مسجد کے پیش امام اس سے آہستہ آہستہ کلمہ پڑھواتے ہیں۔ نیپالی بھاشا کی عادی زبان سے عربی کے لفظ بمشکل اٹک اٹک کر ادا ہوتے ہیں۔ جیسے تیسے ٹکڑوں میں کلمہ پورا ہوتا ہے، اور پھر بنے سَجے دولہا کی طرح اُسے گھوڑے پر بٹھا کر چاروں طرف گھمایا جاتا ہے۔ وہ شرمیلی آنکھوں سے مسکراتا ہوا اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے۔ سارے ہیجڑے ناچتے ڈھول بجاتے آگے آگے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے چل رہے ہیں۔ یہ جلوس سڑک کی ہر بڑی دکان پر رُکتا ہے۔ نیپالی گھوڑے پر بیٹھا ہوا سلام کرتا ہے اور دوسرے ہجڑے اس سلام کی اُجرت وصول کرتے ہیں۔

یہ سارا شور شرابا شام کو چھ بجے شروع ہو کر رات کو کہیں آٹھ ساڑھے آٹھ بجے ختم ہو جاتا ہے۔ شہر کے ہندو سبھا کے آفس میں ایک ایمرجنسی میٹنگ ہوتی ہے۔ نیپالی کا دھرم پری ورتن موضوعِ بحث بنتا ہے۔ مسلمانوں کی اس ہٹ دھرمی پر لوگ مشتعل ہیں۔ اب یہ ہجڑوں کی برسوں پرانی رسم نہ رہ کر ہندو مسلمان کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ ذرا دیر

میں پورے شہر میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ ... صبح ہوتے ہی نیپالی کو زبردستی سڑک سے اُٹھا کر پارٹی کے دفتر لایا جاتا ہے۔ اس خبر کو پاتے ہی دوسرے ہجڑے محلّے کے قصائیوں سے ملتے ہیں۔ قصائی اسلام کی حفاظت کی ذِمے داری اپنے سر لے لیتے ہیں۔

ادھر نیپالی کو بہلا پھسلا کر شدھی کے لیے آمادہ کیا جاتا ہے۔ ہری دھوتی اور چولی کی جگہ اس کے کپڑے اب بھگوا رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ بڑے مندر کے پُجاری اپنے ہاتھ سے ہنومان کے شریر سے سندور لے کر اس کے ماتھے پر تلک لگاتے ہیں اور نیپالی بھاشا کی عادی زبان سے سنسکرت کے شلوک کہلواتے ہیں جو عربی کی طرح اَٹک اَٹک کر قسطوں میں ادا ہوتے ہیں۔ اسی خوشی کے موقعے پر نیپالی کو ایک بَنے سَجے رتھ میں بٹھا کر چاروں طرف گھمایا جاتا ہے۔ لیکن اس بار اس کے ساتھ ہجڑوں کی جگہ ہندو مہاسبھا کے کارکنان ہی ناچ گا کر جلوس کو بارونق بناتے ہیں۔ جلوس کے پیچھے پولس کی جیپ چلتی ہے اور شہر میں امن کے لیے دو تین قصائیوں کو گرفتار بھی کر لیا جاتا ہے۔ ہجڑوں کی حویلی پر پہرہ لگا ہے۔ ... ایک بوڑھا ہجڑا جلوس کو دیکھتے ہوئے تالی بجا کر کہتا ہے، ''ارے، اس جلسے جلوس سے کیا ہوتا ہے۔ ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں، جس کا ہاتھی اس کا ناؤں۔ ہجڑے تو ہمیشہ سے ہی کلمہ گو ہیں۔''

پارٹیشن ہوئے کئی سال گزر چکے ہیں۔ ملک کے دیگر شہروں کے برعکس گوالیار ابھی تک پُرسکون ہے۔ اخباروں کی خبروں سے ضرور ہولناکیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

پاکستان سے لُٹے پٹے شرنارتھی شہر میں بسنے لگے ہیں۔ پاکستان میں ان کے ساتھ مسلمانوں کی ناانصافیاں ہوٹلوں، چوراہوں اور دکانوں میں گھومنے لگی ہیں۔ آپسی رشتوں میں غیرمحسوس تبدیلیاں پیدا ہوتی جارہی ہیں۔

شام کو شہر میں ایک بہت بڑا جلسہ ہندو مہاسبھا کے جھنڈے تلے منعقد ہوتا ہے۔ اس جلسے کے خاص مقرّر چھوٹی سی ریاست کے راجا ہیں۔ ان کا قیام منصور شاہ کی درگاہ کے سجّادہ نشین اور سندھیا کے روحانی گرو سردار سری صاحب کے باڑے میں ہے۔ سری صاحب گوالیار کے مسلمانوں کے رہنما بھی ہیں۔ راجا کئی جھنڈوں سے سَجے ہوئے اسٹیج پر کئی پھولوں اور گوٹے کے ہار پہن کر تقریر کرتا ہے۔

''مسلمانوں کو اب یہاں رہنے کا کوئی ادھیکار نہیں۔ ان کے لیے ہم نے پاکستان دے دیا ہے۔ ہمارے گھر میں رہ کر ہی کسی ہندو کو مسلمان بنانا ایک ایسا اپرادھ ہے جو معاف نہیں

کیا جائے گا۔ یہ اورنگ زیب کا راج نہیں ہے، ہندوؤں کی حکومت ہے۔ ...''

عوام جذباتی ہو کر جوش میں جے جے کار لگاتے ہیں اور دلوں میں نفرتوں کی آگ لیے منتشر ہو جاتے ہیں۔

راجا تقریر ختم کرنے کے بعد سری صاحب کے ساتھ ہم پیالہ ہوتا ہے۔ رات کو رقص کی محفلیں جَمتی ہیں اور صبح انھیں کی کار میں رخصت ہوجاتے ہیں، لیکن شہر کی فضا مکدّر ہو جاتی ہے۔

دوسرے دن شہر کے کئی علاقوں سے دنگوں کی خبریں آتی ہیں۔ اسکول سے لوٹتے وقت ندا کا ہم جماعت بیرکمار اچانک چلتے چلتے پوچھتا ہے: ''یار یہ پاکستان ہے کہاں؟ کل گھر میں بھابی بھی تیرے پاکستان کی بات کر رہی تھی۔'' ''مجھے کیا پتا،'' ندا جواب دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے، ''معلوم تو مجھے بھی نہیں ہے۔ کل ریاض ماسٹر سے پوچھیں گے۔'' لیکن پاکستان کا جغرافیہ معلوم ہونے سے پہلے ہی ندا کا اسکول جانا بند ہو جاتا ہے۔

ــــ بشکریہ، ندا فاضلی، ''دیواروں کے بیچ''
(نئی دہلی: معیار پبلیکیشنز، ۱۹۹۲)، صفحہ ۳۵ تا ۳۹۔